



سوال

(472) بچی کی پرورش کا حقدار کون؟

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں شادی کے بعد سعودیہ چلا گیا جبکہ میری بیوی حاملہ تھی، جب اس نے بچی کو جنم دیا تو وہ دورانِ زہگی فوت ہو گئی، بچی اپنی نانی کے پاس رہی، میں چند دن کے بعد واپس آیا تو اپنی بیٹی کو اپنے پاس لے آیا، سسرال والوں نے عدالت میں مقدمہ کر دیا ہے، آپ وضاحت فرمائیں کہ بچی کے متعلق کون زیادہ حق دار ہے؟ میں بحیثیت باپ اس کی پرورش و تربیت خود کرنا چاہتا ہوں، قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ دیں۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

نوزائیدہ بچہ اپنی پرورش و تربیت میں دوسروں کا محتاج ہے اور مملکت و ضرر رساں اشیاء سے بچاؤ میں وہ خود کفیل نہیں اس لیے ضروری ہے کہ جس میں بچے کے لیے بہتری اور خیر خواہی کا پہلو زیادہ ہو اسے اختیار کرنا چاہیے۔ اگر باپ کے مقابلہ میں ماں زیادہ صحیح تربیت اور اچھی طرح پرورش کر سکتی ہو تو وہ غیرت مند عورت ہو تو ماں کو باپ پر ترجیح دی جائے گی اور اگر اس کے برعکس باپ میسر ہو تو بچے کو باپ کے حوالے کر دیا جائے گا، پھر وہی اس کی تربیت کا حقدار ہوگا۔ بہر حال بچے کی خیر خواہی اور بہبود کو مد نظر رکھنا ہوگا کیونکہ بچہ کم عقل اور ناقص اندیش ہوتا ہے، چونکہ بچے کی پرورش و تربیت کے سلسلہ میں ماں زیادہ رحم دل اور بچے پر شفقت کرنے والی ہوتی ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو یہ حق دیا ہے کہ بچے کی پرورش کرے۔ چنانچہ ایک ماں نے بچے کی پرورش کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے اور مجھ سے اس بچے کو پھینکنا ہے حالانکہ میرا پیٹ بچے کے لیے برتن، میری ہچھاتی اس کے لیے مشکیزہ اور میری آغوش اس کے لیے جائے قرار تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تک تو دوسرا نکاح نہیں کرتی، اس وقت تک تو ہی اس کی زیادہ حقدار ہے۔“ [1]

واضح رہے کہ ماں کا یہ استحقاق عقد ثانی سے پہلے ہے، جب وہ نکاح کرے گی تو اس کا یہ حق ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ عقد ثانی کے بعد اس کی مصروفیات بچے کی پرورش اور تربیت میں حاصل ہو جائیں گی اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ماں کے ہاں ماحول بچھا نہیں ہے پر برے اثرات مرتب ہونے کا اندیشہ ہے تو اسے بچے کی تربیت و پرورش کا حق نہیں دیا جائے گا، کیونکہ مقصد بچے کی تربیت و بہبود ہے، یہی وجہ ہے کہ ماں کی عدم موجودگی میں شریعت نے خالہ کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے بھانجے یا بھانجی کی پرورش کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی بیٹی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں دیا تھا اور فرمایا کہ خالہ، ماں کے درجہ میں ہے۔ [2]

بچے کی صحیح پرورش اور اچھی تربیت کے پیش نظر ہم کہتے ہیں کہ اگر ماں کے ہاں ماحول بچھانہ ہو یا وہ آگے نکاح کر لیتی ہے یا اس کی عدم موجودگی میں خالہ بھی صحیح خیال نہیں رکھ سکتی تو بچہ باپ کی کفالت و پرورش میں رہے گا۔ صورت مسؤلہ میں ماں فوت ہو چکی ہے، اب دیکھا جائے اور حالات کا جائزہ لیا جائے کہ بچی کی صحیح پرورش کہاں ہو سکتی ہے اور اس کی



صالح تربیت کے مواقع کہاں میسر ہیں، اگر نانی کے ہاں ایسے مواقع ہیں تو بچی کو اس کے ہاں رہنے دیا جائے اور اگر اس کے برعکس وہاں ماحول خراب ہے یا بچی کی پرورش کا وہاں صحیح بندوبست نہیں تو بچی کو باپ کے پاس رہنے دیا جائے۔ واضح رہے کہ یہ استحقاق پرورش اس بچے کے متعلق ہیں۔ جو بچپن میں ہو اور ابھی سن شعور کو نہ پہنچا ہو لیکن وہ تمیز کی عمر کو پہنچ جائے تو صورت مسئلہ میں باپ کا ہی حق ہے، وہ بچی کا سرپرست ہے اور اس کی تعلیم و تربیت اور شادی وغیرہ کا بندوبست کرے گا۔ بہر حال بچے کی پرورش اور تربیت کو مد نظر رکھنا ہوگا وہ کہاں بہتر ہو سکتی ہے، یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بچہ جہاں بھی ہوگا ماں یا باپ یا کوئی دوسرا اہل درشتہ دار اسے ملنا چاہے تو اس پر ہرگز پابندی نہ لگائی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ”رحم یعنی رشتہ ناطہ عرش سے لٹکا ہوا ہے اور کتنا ہے کہ جو مجھے ملائے اللہ اسے ملائے اور جو مجھے کاٹے اللہ اسے کاٹے۔“ [3]

لہذا میل ملاپ پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ (واللہ اعلم)

[1] ابو داؤد، الطلاق: ۲۲۷۶۔

[2] صحیح بخاری، الصلح: ۲۶۹۹۔

[3] صحیح مسلم، البر و صلہ: ۲۵۵۵۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد: 3، صفحہ نمبر: 395

محدث فتویٰ